ولادتِ مبارکہ ۹ر یا ۱۲ — تاریخی وشرعی حیثیت

از: مولانا تنویرالاسلام قاسمی
استاذ مفتاح العلوم، میل وشارم، تمل ناڈو۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ موسمِ بہار، واقعۂ عام الفیل کے ۵۵ روز بعد آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے مطابق ۲۲/اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی یا ۹/ یا ۱۲/ربیع الاوّل کو دوشنبے کے دن، صبح صادق کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے عرب کے مشہور ترین اور مقدس ترین شہر مکہ معظّمہ میں ہوئی۔

تاریخِ ولادت باسعادت میں مؤرخین نے بہت کچھ اختلافات کیے ہیں، مثلاً ابوالفدا ر نے ۱۰/ربیع الاوّل لکھی ہے، بعض نے ۸/ربیع الاوّل، طبری اور ابن خلدون نے ۱۲/ربیع الاوّل لکھی ہے اور مشہور یہی روایت ہے؛ مگر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ولادتِ شریفہ دوشنبے کے دن ہوئی اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کے دن ۹/ربیع الاوّل کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا؛ اس لیے زیادہ صحیح اور راجح قول یہی ہے کہ ۹/ربیع الاول ہی میں ولادت مبارکہ ہوئی؛ چنانچہ فلکیات کے مشہور مصری عالم اور محقق محمود پاشا کی تحقیق بھی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ دوشنبہ کے دن، ۹/ربیع الاوّل کو واقعۂ فیل کے پہلے سال ہوئی، اسی طرح ”تاریخ دول العرب والإسلام“ میں محمد طلعت عربی نے ۹/تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔ (رحمۃ للعالمین: قاضی سلیمان منصور پوری، نبیِ رحمت: مولانا علی میاں ندویؒ)

تاریخِ ولادت باسعادت میں ایک طرف تو یہ اختلافات ہیں، پھر یہ کہ راجح اور اصح ۹/ربیع الاوّل ہے اور دوسری طرف تاریخِ وفات کو ملاحظہ فرمایے؛ چنانچہ ”رحمۃ للعالمین“ میں قاضی سلیمان منصور پوری نے لکھا ہے کہ ۱۲/ربیع الاوّل ۱۱ھ یوم دوشنبہ، بوقتِ چاشت جسمِ اطہر سے روحِ انور نے پرواز کیا، امام اسیر ابن اسحاق اور جمہور کا قول بھی یہی ہے، ابن سعد، عمر بن علی ابن ابی طالبؓ اور وہ اپنے باپ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲/ربیع الاوّل کو انتقال کیا (اصح السیر)۔

اس اختلاف کے تناظر میں بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ ۹/ربیع الاوّل کو ہوئی ہے اور وصال ۱۲/ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز دوشنبے کو ہوا (لہٰذا جو لوگ اس بات پر مُصر ہیں کہ نہیں ولادت شریفہ تو ۱۲/ہی میں ہوئی، ۸ یا ۹ میں نہ ہوئی اور سانحۂ ارتحال ایک یا دو ربیع الاوّل میں پیش آیا ہے نہ کہ ۱۲/ میں؛ اس لیے اگر ہم ۱۲/ربیع الاوّل میں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جشن میلادالنبی ﷺ مناتے ہیں، جلسے جلوس کا اہتمام کرتے ہیں، مسجدوں، مزاروں، مکانوں، دوکانوں اور سڑکوں کو سجاتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں) تو کیا غلط کرتے ہیں؟

یہ ان کی تاریخ سے ناواقفیت کی کھلی دلیل ہے اور حقائق سے چشم پوشی کا بیّن ثبوت ہے: کیوں کہ جب یہ بات واضح طور پر معلوم ہوچکی کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا ۹/ربیع الاوّل کو ہونا زیادہ راجح اور زیادہ صحیح ہے اور وصال کا ۱۲/ربیع الاوّل میں ہونا اصح اور راجح ہے تو ۱۲/ربیع الاوّل میں یوم وفات ہونے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب تو کیا جاسکتا ہے؛ اس لیے کہ ایصالِ ثواب کے لیے کسی دن اور کسی وقت کو متعین کرنا بے اصل اور بے بنیاد ہے؛ مگر اس دن میں خوشیاں منانا، محفلیں آراستہ کرنا، بزم میلاد کرنا، جلسے جلوس کا اہتمام کرنا چہ معنی دارد؟

جن مؤرخوں نے ۱۲/ربیع الاوّل کو یوم ولادت لکھا ہے، اگر ان کی بات تسلیم کر بھی لی جائے، پھر بھی ۱۲/ربیع الاوّل میں خوشیاں نہیں منائی جاسکتیں، محفلیں منعقد نہیں کی جاسکتیں؛ اس کو خوشی کا دن نہیں شمار کیا جاسکتا؛ کیوں کہ اکثر محققین؛ بلکہ جمہور کی رائے بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ کی وفات بھی بارہ ربیع الاوّل ۱۱ھ میں ہوئی اور یہی رائے زیادہ صحیح بھی ہے، جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا۔

جب بارہ ربیع الاوّل ولادت، وصال دونوں کا سنگم ہے، بارہ ربیع الاوّل میں اسبابِ خوشی اور اسبابِ غم دونوں پائے جاتے ہیں، تو پھر یہ کہاں کی عقلمندی اور دانشمندی ہے کہ بارہ ربیع الاوّل میں صرف اسبابِ خوشی کو ذہن میں رکھ کر اور بارہ ربیع الاوّل کو صرف یوم ولادت مان کر جو کہ قطعی نہیں ہے، عید میلادالنبی ﷺ منعقد کی جائے، جلوس نکالے جائیں اور وہ جلوس بھی ایسے جن میں ہزاروں طرح کے خرافات وبدعات پائی جاتی ہوں، جن میں سڑکوں کو جام کرکے راہ چلتے لوگوں کو پریشانی میں ڈالنا، امن وسکون کے ماحول کو غارت وبرباد کرنا اور اس کو پُرخطر ومخدوش بنانا، فضا کو مسموم کرنا وغیرہ وغیرہ ہوتا ہو۔

اسی پر بس نہیں؛ بلکہ ان جلوس میں تو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اوباش اور لاخیرے قسم کے

نوجوان لڑکے ہڑبونگ مچاتے رہتے ہیں، سڑک پر اُتر اُتر کرناچتے رہتے ہیں، ڈھول اورتاشے بجاتے رہتے ہیں، نماز کا وقت ہوجاتا ہے، مسجدوں میں نمازیں ہوتی ہیں؛ مگر یہ نام نہاد عاشقان رسولؐ شوروغل میں نمازوں کو برباد کرتے ہیں؛ بلکہ نمازیوں کو پریشان کرکے ان کی نمازوں کو بھی خراب کرتے ہیں، مسجدوں کی بے حرمتی کرنے تک سے باز نہیں آتے؛ جبکہ ایذائے مسلم حرام، مسجدوں کی بے حرمتی حرام ہے۔

یہ تو جلوس کے ہنگامے اورشورشرابے کی بات ہے، عرسوں میں مردوزن کے اختلاط کی وجہ سے بدکاریوں، برائیوں، تباہ کاریوں کا رونما ہونا، قبروں کی بے حرمتی کرنا، مزاروں پر چادر اور پھول چڑھانا، صاحب قبر کوداتا سمجھنا اوراس سے حاجت روائی کرنا، اس کے سامنے سجدہ ریز ہونا، اس طرح کے دیگراعمالِ شرکیہ اورخرافات وبدعات کا ہونا جو ہرعرس کے موقع پراور ہرجگہ کے عرس میں دیکھنےکو ملتے ہیں یہ سب جلوس کے ہنگامے کے ماسواہے۔

علاوہ ازیں اگر بارہ ربیع الاوّل کوجشن میلادالنبیؐ منعقد کیے جانے کا سبب جلوس وغیرہ نکالے جانے کی وجہ اور بنیادصرف یہ ہوکہ آفتاب رسالتؐ اسی روز کی صبح کوطلوع ہوا تھا،تو یہ وجہ اور یہ سبب تو خود آقائے مدنی ﷺ کے زمانے میں موجود تھا، نبیؐ کے زمانے میں بھی بارہ ربیع الاوّل آتا تھا؛ مگرآقائے مدنی ﷺ نے بارہ ربیع الاوّل کی آمد پر کبھی بھی عید میلادالنبی منعقد نہیں کی، نہ کبھی جلسے جلوس نکلوانے کا اہتمام فرمایا، کیا نبیِ اکرم ﷺ نعوذ باللہ اس عید سے ناواقف تھے؟

نبی اکرم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرماجانے کے بعد صحابۂ کرامؓ کی ایک بہت بڑی جماعت اس روئے زمین پرموجودتھی، جن میں خلفائے اربعہ: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے، جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلافت سے بھی نوازا تھا، اگر وہ چاہتے تو عالمی پیمانے پرنہیں توکم ازکم ملکی پیمانے پرتوضرورعید میلادالنبیؐ منعقد کرواتے، اگرکوئی اس عید سے سرموبھی انحراف کرتا تو اس کے ساتھ قتال کرتے، جیسا کہ حضرت ابوبکرصدیقؓ نے مانعینِ زکوٰۃ سے قتال فرمایا۔ خلفائے اربعہ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اس کرۂ ارضی پر ہزاروں صحابہ موجود تھے: مگر کسی صحابی نے بارہ ربیع الاوّل میں عیدمیلادالنبیؐ کی مجلسیں منعقد نہ کیں، کیا نعوذ باللہ صحابہ کافہم یہاں تک نہیں پہنچا تھا؟ کیا صحابہ سے زیادہ آج کے نام نہاد عاشقانِ رسولؐ دین کوسمجھتے ہیں؟ کیا صحابہ سے بھی زیادہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے ہوگئے؟ اسی طرح تابعینِ عظامؒ کے دورمیں بھی بارہ ربیع الاوّل کی آمد کی مناسبت سے عیدمیلاد

النبیؐ کے نام سے محفلیں نہیں سجائی جاتی تھیں؛ نہ ہی جلوس نکالے جاتے تھے اور نہ ہی تبع تابعین کے عہد میں عید میلادالنبیؐ کا کہیں ثبوت ملتا ہے۔

جب بارہ ربیع الاوّل کی یہ رسمیں عید میلادالنبیؐ، جلوس، عرس، قبروں پر چادر چڑھانا، چراغاں روشن کرنا وغیرہ وغیرہ خیرالقرون: عہد نبویؐ، عہد صحابہؓ، عہد تابعینؒ میں نہیں پائی جاتی تھیں باوجودے کہ خیرالقرون میں ان رسموں کا باعث موجود تھا، معلوم ہوا کہ بعد میں لوگوں نے اپنے اپنے مقاصد کی خاطر ان چیزوں کو دین میں داخل کرلیا ہے، شریعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے؛ اس لیے یہ رسمیں ازروئے شرع بدعت قرار پائیں گی، صورۃً بھی اور حقیقتاً بھی۔

اخیر میں قارئین کے مزید اضافے کے لیے بدعت کی پہچان، سنت و بدعات کے درمیان فرق، کونسی چیز صورۃً وحقیقتاً بدعت ہے اور کونسی صرف صورۃً، بارہ ربیع الاوّل میں عید میلادالنبیؐ مذہبی خوشی ہے یا دنیوی؟ وغیرہ کے سلسلے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے خطبات میں جو بیان فرمایا ہے مختصراً یہاں پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے؛ چنانچہ حضرت قدس سرہ بدعت کی پہچان کراتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بدعت کی ایک پہچان بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن وحدیث، اجماع وقیاس چاروں میں سے کسی ایک سے ثابت نہ ہو اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے تو وہ بدعت ہے۔''

خیرالقرون کے بعد ایجاد کی جانے والی چیزوں میں کونسی بدعت ہے اور کونسی سنت؟ ان کو حضرت تھانویؒ ان الفاظ میں بیان فرمارہے ہیں:

''جتنی چیزیں خیرالقرون کے بعد وجود میں آئیں، ان میں سے کونسی بدعت ہے اور کونسی مندوب، مستحب اور شریعت سے ثابت ہے، کون سا طریقہ مقبول اور کونسا مردود؟ فلاں مروجہ طریقہ بدعت ہے یا نہیں؟ اس کو جاننے کے لیے یہ سمجھ لیجیے کہ خیرالقرون کے بعد جو چیزیں ایجاد کی گئیں ان کی دو قسمیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ ان کا سبب اور داعی بھی جدید ہے اور وہ کسی مامور بہ کی موقوف علیہ ہو کہ اس کے بغیر اس شرعی حکم پر عمل نہیں ہوسکتا، جیسے دینی کتابوں کی تصنیف، خانقاہوں اور مدرسوں کی تعمیر کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ان میں سے یعنی اس انداز کی کوئی چیز نہیں تھی اور ان کا سبب اور داعی بھی جدید ہے، نیز یہ چیزیں ایسی ہیں کہ شرعی حکم ان پر موقوف ہے اور دین کی حفاظت بھی ان پر موقوف ہے: یہ اعمال گو صورۃً بدعت ہیں؛ مگر حقیقتاً بدعت نہیں؛ بلکہ اس قاعدہ ''مقدمۃ الواجب واجب'' سے واجب ہے۔

دوسری قسم کی چیزیں وہ ہیں جن کا سبب قدیم ہے، یعنی خیر القرون میں وہ سب موجود تھا مثلاً مروجہ میلاد کی مجلسیں، تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ بدعات کہ ان کا سبب قدیم ہے، مثلاً مجلس میلاد منعقد کرنے کا سبب نبی اکرم ﷺ کی ولادت شریفہ پر خوشی ہے اور یہ سبب حضور اکرمؐ کے زمانے میں بھی موجود تھا؛ لیکن حضورؐ نے یا صحابہؓ نے مجلسیں منعقد نہیں کیں، اگر اس کا سبب اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ان کا منشا موجود نہ تھا؛ لیکن جب اس کا باعث اور اس کی بنیاد موجود تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور ﷺ نے کبھی میلاد کی مجلس منعقد کی، نہ صحابہؓ نے، ایسی شے کا حکم یہ ہے کہ وہ صورۃً بھی بدعت ہے اور معنیً بھی۔''

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خیر القرون کے بعد ایجاد کی جانے والی وہ چیزیں جن کا سبب جدید ہو یعنی خیر القرون میں اس کی ضرورت کے دواعی اور اسباب نہیں پائے گئے؛ مگر کوئی مامور بہ اور شرعی حکم اس پر موقوف ہو اس طور پر کہ اس کے بغیر اس شرعی حکم پر عمل کیا جانا ممکن نہ ہو تو ایسی چیزیں صورۃً تو بدعت ہیں جس کو بدعت حسنہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے؛ مگر معنیً اور حقیقتاً بدعت نہیں ہیں، یعنی اس کو بدعت سیئہ نہیں کہا جائے گا؛ البتہ بعد میں ایجاد کی جانے والی وہ چیزیں جن کے دواعی و اسباب خیر القرون میں پائے جاتے تھے؛ مگر پھر بھی وہ چیزیں خیر القرون میں وجود میں نہیں آئیں اور خیر القرون کے بعد ان چیزوں کو دین سمجھ کر کیا جارہا ہے تو ایسی چیزیں صورۃً اور معنیً و حقیقتاً دونوں طرح بدعت کہی جائیں گی۔

حضرت تھانویؒ ان دونوں قسموں کے درمیان عجیب وغریب فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''پہلی قسم کی تجویز کرنے والے خواص یعنی علماء ہوتے ہیں اور اس میں عوام تصرف نہیں کرتے اور دوسری قسم کی تجویز کرنے والے عوام ہوتے ہیں اور وہی ہمیشہ اس میں تصرف کرتے رہتے ہیں؛ چنانچہ میلاد شریف کی مجلس کو ایک بادشاہ نے ایجاد کیا ہے اس کا شمار بھی عوام ہی میں سے ہے اور عوام ہی اب تک اس میں تصرف کررہے ہیں۔''

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر نبی علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں عید میلاد النبیؐ کا انعقاد کیا جانا دراصل ایک بادشاہ کا ایجاد کردہ ہے شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ شرع میں اس کی کوئی اصل اور بنیاد ہے۔ شرعاً اس کی اصل اور بنیاد کیوں کر ہوسکتی ہے: کیوں کہ شریعتِ اسلامیہ میں صرف دو عیدوں کی اصل ملتی ہے؛ ایک عید الفطر، دوسری عید الاضحیٰ، چنانچہ آقائے مدنی ﷺ نے فرمایا: ''قَدْ أَبْدَلَکُمُ اللّٰهُ بِهَا خَيْرًا مِنْهَا يَوْمَ الْأَضْحٰی وَيَوْمَ

اُلفِطرِ.... رواہ ابوداؤد“ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بدلے میں تمھیں دو بہتر دن عطا فرمائے ہیں، عید قرباں کا اور عید فطر کا (ابوداؤد) اب اگر شریعت اسلامیہ میں کسی تیسری عید کا اضافہ کرکے اس کو بھی منایا جائے اور اس کو دین وشریعت ہی کی عید سمجھی جائے اور اس تیسری عید کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جائے کہ یہ بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح ایک عید ہے، جس کو بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر منعقد کیا جاتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھا خاصا معارضہ ہوجائے گا اور شریعت محمدیہ میں تبدیلی کرنا لازم آئے گا، جس کے ناجائز ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟

بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر عید میلادالنبی کے غیر شرعی ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ شرعاً عید ہوتی تو مذہبی عید ہوتی اور مذہبی خوشی ہوتی نہ کہ دنیوی، اور مذہبی عید کے ثبوت کے لیے وحی کی ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ عید الفطر، اور عید الاضحیٰ کے لیے اور اس طرح کی کوئی وحی ہے نہیں، جس سے بارہ ربیع الاوّل کی عید میلادالنبیؐ ثابت ہو، اگر اس طرح کی کوئی وحی ہوتی جس سے اس عید مُحدَث کا ثبوت ہوتا تو سب سے پہلے خود صاحبِ وحی آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار ربیع الاوّل کے موقع پر جشن میلاد منعقد کرتے، پھر صحابہ بھی مناتے، ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین؛ آج تک پوری امتِ مسلمہ متفقہ طور پر مناتی، جس طرح عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو خود نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منایا، صحابہ نے اور تابعین، تبع تابعین نے منایا اور آج تک پوری امتِ مسلمہ متفقہ طور پر منارہی ہے اور قیامت تک منائے گی، انشاء اللہ۔

رہی یہ بات کہ عید میلادالنبیؐ مذہبی خوشی اور مذہبی عید ہے نہ کہ دنیوی، تو وہ کیسے؟ اس کو حضرت حکیم الامتؒ نے اس طرح سمجھایا ہے:

”یہ تو سب کو معلوم ہے کہ دنیا کا اطلاق اس خطۂ زمین پر یا زیادہ سے زیادہ چند فرسخ اوپر ہوا پر ہوتا ہے، پس اگر کوئی دنیوی خوشی ہوگی تو اس کا اثر اس خطۂ زمین تک محدود رہے گا، اس کے آگے نہ بڑھے گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن نہ صرف زمین کی موجودات؛ بلکہ ملائکہ، عرش، کرسی اور باشندگانِ عالم بالا سب کے سب مسرور وشادمان تھے.....اور وجہ اس کی یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور؛ چوں کہ تمام عالم کے بقا کا سبب تھا؛ اس لیے تمام عالم میں یہ خوشی ہوتی اور جب اس کا اثر دنیا سے آگے بڑھ گیا تو اس خوشی کو دنیوی خوشی نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ یہ مذہبی خوشی ہوگی۔“

اللہ تعالیٰ پوری امتِ مسلمہ کو اس طرح کے شرک وبدعات سے محفوظ رکھے اور صحیح بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔